# اُردو کا پہلا ترقی پسند محقق: رشید حسن خاں

محمد سعید، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور


## Abstract

This article presents various examples of Rasheed Hassan Khan's research style and also put forward a point that Rasheed Hassan Khan should to recognized as a Researcher in Urdu literature. In this regard not only his way of breaking so called proven facts is remarkable but also the continuous growth of his pecspective is a proof in itself.


اُردو کی ادبی تحریکوں میں سے ترقی پسند تحریک سب سے زیادہ متحرک اور دور رس اثرات کی حامل رہی ہے۔ اس حوالے سے اب تک بہت سے ادیبوں شاعروں اور اصنافِ نظم ونثر کی ترقی پسندی کے مطالعات پیش ہو چکے ہیں لیکن ترقی پسند تحقیق یا ترقی پسند محققین کے بارے میں اب تک کوئی مطالعہ سامنے نہیں آیا۔ یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ تحقیقی عمل میں چونکہ حقائق کی بنیاد پر حق گوئی سے کام لیا جاتا ہے اسی طرح اگر نیک نیتی سے یہ عمل انجام دیا جائے تو بجائے خود یہ ترقی پسندی ہی ہے۔ گویا عدم مصلحت اور عدم منافقت کے رویے کے حامل ہر نیک نیت محقق کو ترقی پسند محقق کہا جا سکتا ہے۔ دوسری یہ بات کہ ترقی پسندی انجمن ترقی پسند مصنفین کے مبر ہونے کی محتاج نہیں ہے۔ ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے کہ ترقی پسند نقادوں اور ترقی پسند تنقید پر بہت کام ہوا ہے۔ ان میں سے بعض ترقی پسند نقاد ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو تحقیق کے بعد تنقید لکھتے ہوں لیکن ان کی بنیادی پہچان چونکہ تنقید ہے اس لیے وہ یہاں زیر بحث نہیں ہیں۔ یوں تو ہر ایک کے تعارف میں ''معروف محقق اور نقاد'' لکھا جاتا رہتا ہے لیکن جب نقادوں اور محققوں کی الگ الگ فہرست تیار کی جاتی ہے تو وہ بڑی حد تک واضح ہوتی ہے۔

رشید حسن خاں اُردو کے پہلے ترقی پسند محقق ہیں۔ ان کی زندگی اور تحقیق مصلحت پسندیوں کا شکار کبھی نہیں ہوئی۔ تحقیق و تدوین وہ میں اپنے معاصر محققین میں سب سے زیادہ حق گو تھے۔ وہ انجمن ترقی پسند مصنفین کے ممبر کبھی نہیں رہے لیکن ٹریڈ یونینسٹ ضرور تھے۔ ان کے خاندانی اثرات اور ٹریڈ یونین سے وابستگی نے ان میں حق گوئی اور بلند آہنگی کے تناسب کو بہت بڑھا دیا تھا اس کے ساتھ انھوں اس پر استقامت اور مداومت میں بھی کبھی کمی نہیں آنے دی۔ حسب نسب کا تقاضا تھا کہ خوداری کو قائم رکھنا ہے سو اس کو قائم رکھا۔ خاندانی تربیت تھی کہ صاف گوئی سے کام لینا ہے سو ساری زندگی اس پر قائم رہے۔ والد صاحب نے نصیحت کی کہ منافقوں کی طرح کھسر پھسر نہیں کرنی سو ساری زندگی بلند آہنگی سے گزاری۔ ان کے اُستاد محترم مولوی مجتبیٰ حسن

خاں نے کہا کہ سنی سنائی پر یقین نہ کرو تصدیق اور تحقیق کرلو سو ساری زندگی تحقیق کی نذر کر دی۔ آرڈی نینس کلودنگ فیکٹری میں مزدوری کی اس کے بعد پھر ساری زندگی محنت سے کبھی جی نہیں چرایا۔ ٹریڈ یونین سے یہ سبق حاصل کیا کہ اپنے حقوق کا استحصال نہیں ہونے دینا سو رشید حسن خاں اپنے حقوق کے لیے ساری زندگی جواں مردی سے لڑے اور کبھی میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں۔ بلکہ ادبی، مذہبی اور سیاسی منافقوں اور مصلحت پسندوں کے لیے ہمیشہ تازیانہ بنے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حق گوئی کی تلخی، تلخ نوائی اور بلند آہنگی کو کبھی تخریبی کہا گیا اور کبھی ان کو احساس کمتری کا نتیجہ قرار دے کر اپنی تعمیریت اور احساس برتری کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ رشید حسن خاں کی جس ترقی پسندی نے انھیں احساس کمتری سے بچایا اور اُن کی تحقیق و تدوین کو باثروت اور بارعب بنایا اس کو سمجھنے کے لیے اُن کی زندگی کے ان آٹھ برسوں کا مطالعہ ضروری ہے جو ٹریڈ یونین سے وابستگی میں گزرے۔

رشید حسن خاں نے اپنی زندگی کی سب سے پہلی باقاعدہ ملازمت وسط ۱۹۳۹ء میں شاہ جہاں پور آرڈیننس فیکٹری سے شروع کی۔ اُس وقت اُن کی عمر ساڑھے تیرہ برس کے قریب تھی۔ رشید حسن خاں اپنی پہلی باقاعدہ ملازمت کے بارے میں پہلی بار ۱۹۶۰ء میں لکھتے ہیں:

> ''بہت غریب گھر میں پیدا ہوا۔ شاہ جہاں پور میں ایک بہت بڑا کارخانہ ہے، جس کو جنگ کے زمانے میں عالمی شہرت حاصل ہوگئی تھی۔ پورا نام ہے'' آرمی کلودنگ فیکٹری'' ۱۹۳۹ء میں جب کہ عمر کی صرف ۱۳ منزلیں طے کی تھیں، اس کارخانے میں بہت معمولی مزدور کی حیثیت سے داخل ہوا۔ کیوں کہ گھر کے حالات پریشان کن تھے۔ ۱۹۴۵ء تک کام کرتا رہا.................. ۱۹۴۵ء کے آخر میں جب خاتمۂ جنگ کی خوشی میں کارخانے میں کمی آگئی، تو میں بھی دوسرے ہزاروں مزدوروں کے ساتھ بے کار ہوگیا''۔ [۲]

محمد اسد اللہ کے نام رشید حسن خاں کے جس مطبوعہ خط سے یہ اقتباس لیا ہے اس میں اُنھوں نے اس فیکٹری میں مزدور یونین کے بننے اور خود اس یونین کا جوائنٹ سکریٹری مقرر ہونے، تاریخی ہڑتال کروانے اور اس پاداش میں نکالے جانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ نکالے جانے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ''خاتمۂ جنگ کی خوشی میں'' نکالے گئے۔ یہاں پہلے اُن کے دو بیانات اور دیکھ لیے جائیں۔ رشید حسن خاں ۱۹۸۴ء میں ''کچھ اپنے بارے میں'' لکھتے ہیں:

> ''اچانک ۱۹۴۱ء میں ٹریڈ یونین کے دائرے میں آگیا۔ میرے شہر شاہجہانپور میں اس زمانے کی بہت بڑی آرڈیننس فیکٹری تھی۔ جس میں تیس ہزار سے زائد آدمی کام کرتے تھے۔ اس فیکٹری میں پہلی بار چھپ چھپا کر مزدوروں کی یونین بنالی گئی اور پھر ۳۳ دن کی ہڑتال ہوئی۔ یہ ۱۹۴۵ء کی بات ہے۔ میں اس یونین کا جوائنٹ سکریٹری تھا''۔ [۳]

اس سلسلے میں رشید حسن خاں کی ۱۹۹۸ کی تحریر سے ایک تیسرا اقتباس بھی ملاحظہ کیجیے:

> ''آرڈیننس کلودنگ فیکٹری میں جب بھرتی شروع ہوئی تو میں بھی بھرتی ہوگیا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی۔ آرمی کی اس فیکٹری میں فوجی وردیاں سلتی تھیں۔ یہ فیکٹری اب بھی ہے ........ جنگ عظیم دوم زوروں پر تھی، اس وقت تک سول کارخانوں میں یونین بنائی جاسکتی تھی۔ آرڈننس کارخانوں میں اس کی اجازت نہیں تھی۔ کچھ لوگوں نے ۱۹۴۰ء کے وسط میں کیرتن اور میلاشریف کے نام سے گھروں

میں چھپ چھپا کر یونین کا ڈول ڈالا، پھر کھل کر کام ہونے لگا یہاں تک ۱۹۴۵ء کے آخر میں ۳۳ دن کی اسٹرائک ہوئی جو کسی بھی آرڈننس فیکٹری میں پہلی باضابطہ اسٹرائک تھی، میں اس وقت اپنی یونین کا جوائنٹ سکریٹری تھا۔ اسی پاداش میں ۱۹۴۶ء کے بالکل شروع میں فیکٹری سے نکالا گیا۔ اگر یہ حسن اتفاق واقع نہ ہوتا تو شاید میری زندگی کا رُخ ہی کچھ دوسرا ہوتا''۔ ۴

رشید حسن خاں کے ان بیانات سے اُن کی اس پہلی باقاعدہ ملازمت کے بارے میں کچھ باتیں تو صاف ہو جاتی ہیں اور کچھ بحث طلب ہیں۔ خصوصاً فیکٹری میں ملازمت کے آغاز اور پھر نکالے جانے کی وجہ اور زمانے کا تعین وغیرہ۔

اُنھوں نے یہ ملازمت گھر کے معاشی حالات سے پریشان ہو کر مجبوراً شروع کی اور اس کے لیے انھیں درسِ نظامی چھوڑنا پڑا۔ درسِ نظامی چھوڑنے کا زمانہ اُنھوں نے خود بتایا ہے کہ وہ مدرسہ بحرالعلوم میں'' ۱۹۳۹ء کے وسط تک زیرِ تعلیم'' رہے۔ اس طرح یہ طے ہو جاتا ہے کہ آرڈیننس فیکٹری میں رشید حسن خاں نے وسط ۱۹۳۹ء میں تقریباً ساڑھے تیرہ ۵ برس کی عمر میں ملازمت شروع کی۔ اس ملازمت کے حصول کے لیے رشید حسن خاں کو کوئی بہت زیادہ تگ ودو یا جدوجہد نہیں کرنا پڑی ہوگی اور یہ بھی ہے کہ انھیں اس سلسلے میں اگر زیادہ جدوجہد کرنا ہوتی تو شاید وہ کوئی بھی ملازمت شروع نہ کرتے بلکہ جیسے تیسے درسِ نظامی کی تعلیم کو جاری رکھتے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ دوسری جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی اور اُن کے اپنے شہر میں فوجیوں کی وردیاں سینے والی یہ آرڈننس فیکٹری موجود تھی۔ جہاں ہنگامی ضرورت کے تحت ملازمین کو ہزاروں کی تعداد میں بھرتی کیا جا رہا ہوگا (جنگ ختم ہونے پر نکالے گئے تو بھی ہزاروں کی تعداد میں) ان کے ایک ہم وطن اور ہم دم دیرینہ شبیر عباسی لکھتے ہیں:

''شاہ جہاں پور میں ایک آرڈی ننس کلودنگ فیکٹری ہے جس میں جنگ کی ہنگامی صورتِ حال کے پیش نظر 'بھرتی' شروع ہوگئی تھی۔ رشید حسن خاں بھی ۱۹۳۹ء میں 'اے ٹیلر' کی حیثیت سے بھرتی ہوگئے''۔ ۶

رشید حسن خاں نے اس فیکٹری میں عام بھرتی کی خبر سنی ہوگی تو ابتدائی غور وفکر کے بعد اور والد صاحب کے مشورے سے اپنے معاشی حالات کے پیش نظر تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر ملازمت شروع کر دی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ پہلے اُنھوں نے مدرسہ چھوڑا ہو اور پھر ملازم ہوئے ہوں بلکہ یہ یقینی سا ہے کہ وسط ۱۹۳۹ء میں ساڑھے تیرہ برس کی عمر میں فیکٹری میں ملازمت مل جانے کی وجہ سے اُنھوں نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جنگ کی وجہ سے اگر فوجی وردیوں کی ضرورت میں اضافہ ہوا تو وہ وردیاں پہننے والوں میں بھی ضرور اضافہ ہوا ہوگا اور فوج میں بھرتی بھی عام ہوگی۔ ہوسکتا ہے اُس طرف بھی رشید حسن خاں کے والدمحترم نے یا خود اُنھوں نے کچھ غور کیا ہو کہ آخر یہ فوجیوں کا خاندان تھا لیکن وہاں بھرتی کے لیے ابھی ان کی عمر نہیں تھی۔

شبیر عباسی کے محولہ اقتباس کے دوسرے حصّے میں بتایا گیا ہے کہ رشید حسن خاں اس فیکٹری میں بحیثیت 'اے ٹیلر' بھرتی ہوئے جبکہ رشید حسن خاں کا بیان ہے کہ وہ'' بہت معمولی مزدور کی حیثیت سے'' بھرتی ہوئے۔ اے ٹیلر سے مراد چونکہ اسسٹنٹ ٹیلر ہے اس لیے ممکن ہے اسی وجہ سے رشید حسن خاں نے خود کو معمولی مزدور کہا ہے۔ رشید حسن خاں کے اس فیکٹری میں اوقات کار کیا تھے اُنھوں نے کچھ نہیں لکھا البتہ اطہر فاروقی نے اُن کا ایک بیان نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

'' فیکٹری کی ملازمت کے زمانے کے بہت سے واقعات رشید صاحب نے مجھے سنائے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ تھا کہ اس فیکٹری میں اُس زمانے میں تین شفٹیں آٹھ، آٹھ گھنٹے کی ہوتی تھیں۔ چوبیس گھنٹے

کام ہوتا تھا۔ تیسری شفٹ میں جو صبح چھے بجے ختم ہوتی تھی، درمیان میں آدھ گھنٹے سے کچھ زیادہ کا وقفہ ہوتا تھا۔ لوگ ذرا آرام کرلیا کرتے تھے۔ رشید صاحب طلسم ہوش ربا کی جلد ساتھ لے جایا کرتے تھے اور اسے پڑھا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے طلسم ہوش ربا کی دسویں جلدیں (آٹھ اصل جلدیں اور دو بقیہ طلسم ہوش ربا) دو بار مکمل طور پر اسی زمانے میں پڑھی تھیں''۔ ۷

شبیر عباسی نے بھی رشید حسن خاں کے فیکٹری میں اوقات کار یہی بیان کیے ہیں اُنھوں نے بھی اپنے مضمون میں ایسی معلومات رشید حسن خاں کے حوالے سے ہی درج کی ہیں وہ لکھتے ہیں:

''فیکٹری تین شفٹ میں کام کرتی تھی۔ رشید حسن خاں کو رات کی شفٹ میں کام کرنا پڑتا تھا''۔ ۸

جن بڑی فیکٹریوں میں چوبیس گھنٹے کام ہوتا ہے ان میں آٹھ آٹھ گھنٹے کی تین شفٹیں ہی ہوا کرتی ہیں اور ان کی ترتیب عموماً یہ ہوتی ہے کہ پہلی شفٹ صبح ۶ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک پھر دوسری شفٹ ۲ سے رات ۱۰ بجے تک اور اسی طرح تیسری شفٹ رات ۱۰ سے صبح ۶ بجے تک ہوتی ہے۔ ملازمین کے ایسے اوقاتِ کار کے حوالے سے عموماً یہ بھی ہوتا ہے کہ بہ ظاہر اُن کی آسانی کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے انتظامیہ، ملازمین کی ڈیوٹیاں تبدیل کرتی رہتی ہے یعنی ایک ہفتہ پہلی شفٹ میں دوسرا ہفتہ دوسری شفٹ اور تیسرا ہفتہ تیسری شفٹ میں اسی طرح چوتھا ہفتہ پھر پہلی شفٹ میں، لیکن اس فیکٹری میں شفٹوں کی اس تبدیلی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا آیا جو ملازم جس شفٹ میں ہے کیا ساری سروس اسی میں گزارتا تھا کہ یہ تبدیل ہوتی رہتی تھیں۔

رشید حسن خاں اس فیکٹری میں بنائی جانے والی ٹریڈ یونین کے جوائنٹ سکریٹری تھے اور چونکہ وہاں کی کسی بھی آرڈی نینس فیکٹری میں یہ پہلی یونین تھی اس لیے اس کا تذکرہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے وابستگی نے رشید حسن خاں کی آنے والی زندگی پر بہت اثرات مرتب کیے لیکن یہ کہنا ذرا احتیاط کا متقاضی ہے کہ اس یونین کو بنانے اور قائم کرنے میں رشید حسن خاں کی قائدانہ صلاحتیں کام آئیں جیسا کہ ڈاکٹر خلیق انجم کے اس بیان سے تاثر ملتا ہے:

''یہاں مزدوروں کا بڑے پیمانے پر استحصال کیا جاتا تھا۔ خاں صاحب نے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر مزدوروں کی ایک یونین قائم کی، اس یونین کے جلسے میلاد شریف یا کیرتن کے بہانے فیکٹری کے ملازمین کے گھروں پر ہوتے اور پھر کچھ عرصے بعد یونین کی باقاعدہ سرگرمیاں شروع ہوئیں''۔ ۹

ڈاکٹر خلیق انجم کی ہم نوائی میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی رقم طراز ہیں:

''فیکٹری کے مزدور، صاحبانِ اختیار کے ظلم و زیادتی اور استحصال کا شکار تھے۔ خاں صاحب اور اُن کے چند ساتھیوں نے مل کر چھپ چھپا کر ٹریڈ یونین قائم کی''۔ ۱۰

مزدور کا استحصال ہر جگہ اور ہر وقت ہوتا ہے۔ صاحبانِ اختیار کے ظلم و زیادتی اور ناانصافیوں کا نشانہ بھی مزدور ہی بنتا ہے۔ استحصال معمولی ہو یا غیر معمولی، مزدور کی زبان میں وہ استحصال ہی کہلائے گا۔ اس آرڈی نینس فیکٹری میں بھی یہ صورت حال ضرور موجود ہوگی۔ اس طرح کے ظلم و جبر کے حالات نہ بھی ہوں تو اتنی بڑی فیکٹری میں اس نوعیت کی کچھ نہ کچھ سرگرمیوں کا شروع ہونا انوکھی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی ہندوستان میں یہ زمانہ آزادی کی تحریکوں کے عروج کا ہے، اپنے حقوق کے لیے لڑنے کا شعور ہر خاص و عام میں پیدا ہو رہا تھا۔

دوسرا یہ کہ اس سے پہلے اگر اس فیکٹری یا کسی بھی آرڈی نینس فیکٹری میں یونین نہیں بنی تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ یہاں رشید حسن خاں نے آ کر لوگوں کو جمع کیا۔ دوسری جنگ عظیم کی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر صورتِ حال یہ رہی ہو گی کہ وسط ۱۹۳۹ء میں ہزاروں کی تعداد میں جن ملازمین کو بھرتی کیا گیا انھیں کنٹریکٹ پر لیا گیا ہو گا جن کی تنخواہ اور دیگر الاؤنس وغیرہ اس فیکٹری کے مستقل ملازمین سے کم ہوں گے۔ لہٰذا ایک سال گزرنے پر وسط ۱۹۴۰ء تک ان نئے ملازمین میں اپنے حقوق کے استحصال کا احساس پیدا ہو گیا ہو گا کہ کام ہم سے بھی اتنا ہی لیا جاتا ہے جتنا زیادہ تنخواہ والے مستقل ملازمین سے لیا جاتا ہے جبکہ اُن کی نسبت ہمیں مراعات کم حاصل ہیں۔ اس کا امکان بھی ہے کہ اتفاقی چھٹی کر لینے پر بھی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہو گی۔ سو ایسی صورت حال کے نتیجے میں یونین بنانے کا خیال پہلے پہل ایسے نئے ملازمین میں سے ہی کچھ لوگوں کو ہوا ہو گا۔ یہ بھی ہے کہ اس فیکٹری میں تین شفٹوں میں کام کا آغاز بھی اسی دوران ہوا ہو گا کیونکہ نئے بھرتی ہونے والے ان ہزاروں مزدوروں کے لیے الگ سے فیکٹری میں فوری طور پر کوئی بلڈنگ تعمیر کرنا تو ممکن نہیں تھا۔ اب اس صورت حال میں یہ قیاس کرنا کہ ''خاں صاحب اور اُن کے چند ساتھیوں نے مل کر'' یہ یونین قائم کی درست نہیں اور اس یونین کے بنانے کا کریڈٹ خاں صاحب اور اُن کے چند ساتھیوں کو نہیں دیا جا سکتا۔ ایسی سرگرمیوں کی ابتدا یقیناً چند لوگوں کی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے لیکن رشید حسن خاں کی عمر ان چند لوگوں میں شامل ہونے کی متحمل نہیں کہ وہ وسط ۱۹۴۰ء میں ابھی صرف ساڑھے چودہ برس کے نوجوان تھے۔ وہ چاہے جتنے ہی سنجیدہ مزاج اور ذمہ دار کیوں نہ ہوں لیکن یہ اُن کے لڑکپن کا زمانہ ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب مختلف لوگوں کے گھروں میں ''کھل کر'' اور باقاعدہ اجلاس ہونا شروع ہوئے تو یہ اُن میں شرکت کرتے ہوں۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہنا چاہیے کہ خود اُنھوں نے کسی ابتدائی اجلاس میں شرکت کرنے کا ذکر نہیں کیا نہ اپنے گھر میں کسی اجلاس کا اہتمام کرنے کا تذکرہ کیا۔ اُنھوں نے صرف یہ لکھا کہ ''کچھ لوگوں نے ۱۹۴۰ء کے وسط میں کیرتن اور میلاد شریف کے نام سے گھروں میں چھپ چھپا کر یونین کا ڈول ڈالا''۔ یونین کے اس ابتدائی منظر نامے میں وہ خود کہیں دکھائی نہیں دیتے، ورنہ وہ اس کا ذکر ضرور کرتے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر وہ یونین کے آغاز میں سرگرم نہیں تھے تو یونین نے انھیں جوائنٹ سکریٹری کیسے مقرر کر لیا۔ اس کا جواب بھی خود اُن کے اس بیان میں موجود ہے کہ ''اچانک ۱۹۴۱ء میں ٹریڈ یونین کے دائرے میں آ گیا'' یہ اپنے اچانک جوائنٹ سکریٹری بنائے جانے کی طرف اشارہ ہ۔ یہ اتفاق بہت اچانک تو رونما نہ ہوا ہو گا کہ یونین کے عہد داران نے بے شمار لوگوں میں سے صرف رشید حسن خاں کو جوائنٹ سکریٹری کے لیے چن لیا ہو۔ یہ عہدہ ملنے سے پہلے یقیناً ان کی کچھ نہ کچھ (ابتدائی سرگرمیوں کے بعد) ایسی نمایاں سرگرمیاں یا اجلاسوں میں شرکت اور بحث مباحثے ضرور ان سب کی نظر میں ہوں گے۔ رشید حسن خاں اپنی کم عمری کے باوجود، اس سے پہلے پانچ سال تک درسِ نظامی کی تعلیم سے ''شعور کی بالیدگی'' حاصل کر چکے تھے۔ گھر کی ذمہ داری سنبھال چکے تھے، پھر نسلی تفاخر اور حق گوئی کی خاندانی اور اساتذہ کی تربیت بھی انھیں حاصل تھی۔ عربی فارسی اور اردو ادب کے کچھ نہ کچھ مطالعے سے بلند آہنگ بات کرنے کا سلیقہ بھی دوسرے کئی غیر تعلیم یافتہ مزدوروں سے زیادہ ہو گا۔ سو اُن کا جوائنٹ سکریٹری مقرر ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، لیکن اُن کے لیے چونکہ غیر متوقع ہو گا اس لیے اُنھوں نے اسے ''اچانک'' کہا ہے۔

آرڈی نینس کلودنگ فیکٹری کی ملازمت ختم ہونے کے حوالے سے رشید حسن خاں نے دو مختلف باتیں لکھیں ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں اُنھوں نے بتایا کہ ''خاتمہ جنگ کی خوشی میں'' ہزاروں مزدوروں کے ساتھ وہ بھی بے کار ہو گئے۔ پھر ۱۹۹۸ء میں

لکھا کہ ٹریڈ یونین کا جوائنٹ سکریٹری ہونے اور فیکٹری میں ہڑتال کروانے کی ''پاداش'' میں انھیں نکال دیا گیا۔ یہ دونوں باتیں بہ ظاہر مختلف معلوم ہوتی ہیں۔ اصل صورتِ حال کچھ یہ ہے کہ ۱۹۴۵ء میں دوسری جنگِ عظیم ختم ہوگئی اور جس وقتی ضرورت کے تحت فیکٹری میں ملازمین کی عارضی بھرتیاں کی گئی تھیں اُن کو آہستہ آہستہ نکالنا شروع کیا ہوگا۔ مزدوروں کی ٹریڈ یونین چونکہ زیادہ تر ایسے عارضی ملازموں پر مشتمل تھی لہٰذا ردِّعمل میں یونین نے ہڑتال کر دی۔ رشید حسن خاں نے ہڑتال کرنے کی وجہ کہیں نہیں لکھی لیکن ۳۳ دن کی طویل ہڑتال کا مقصد سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ جن ملازمین کو نکالنا شروع کر دیا ہے انھیں بحال کیا جائے۔ فیکٹری والوں کے لیے چونکہ اب یہ ممکن نہیں تھا کہ بغیر کام کے ہزاروں ملازمین کو رکھیں۔ لہٰذا اُنھوں نے یونین کے ردِّعمل سے بچنے کے لیے اس سے وابستہ ملازمین کو بھی نکال دیا ہوگا اور ساتھ ہی ان کے خلاف قانونی کارروائی کی افواہ بھی پھیلا دی ہوگی کہ ملازمین ڈر جائیں اور کوئی جوابی کارروائی نہ کریں دوسرا یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ رشید حسن خاں نے یونین کے بعض لیڈروں کے دوغلے رویے اور منافقت کا ذکر کیا ہے تو ممکن ہے فیکٹری انتظامیہ نے ان لیڈروں سے مل کر خود ہی انھیں ہڑتال پر اکسایا ہو تاکہ مزدوروں کو نکالنے کا قانونی جواز فراہم ہو سکے۔

رشید حسن خاں کے مطابق ''۱۹۴۶ء کے بالکل شروع'' میں وہ فیکٹری کی ملازمت سے نکال دیے گئے۔ گویا یہ جنوری یا زیادہ سے زیادہ فروری ۱۹۴۶ء کی بات ہوگی۔ اس کے بعد رشید حسن خاں بریلی چلے گئے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے اپنے مضمون میں کلیم بریلوی کا ایک بیان نقل کیا ہے جو اُنھوں نے زبانی بتایا تھا۔ ان کے بقول کلیم رسا بریلوی کا کہنا ہے کہ:

''رشید حسن خاں میرے بھائی سیّد زاہد حسن کے ساتھ آرڈی نینس فیکٹری میں ملازمت کرتے تھے۔ دونوں میں باہمی اتحاد و اُنس تھا۔ خاں صاحب عملاً بائیں بازو کے ٹریڈ یونینسٹ تھے، ملازمت سے برطرف ہو جانے کے بعد زاہد حسن کے ذریعے بریلی آ کر روپوش ہو گئے ...... ڈیڑھ دو برس بعد ان کی شاہ جہاں پور واپسی ہوئی''۔ [۱۱]

رشید حسن خاں نے آرڈنینس فیکٹری کے زمانۂ ملازمت کے دوران میں ۱۹۴۱ء میں ٹریڈ یونین سے وابستگی اختیار کی اور ۱۹۴۶ء کے اوائل میں فیکٹری میں ہڑتال کرنے یا خاتمۂ جنگ کے نتیجے میں یہ ملازمت چھوڑنا پڑی لیکن مقامی ٹریڈ یونین سے ان کی وابستگی ۱۹۴۸ء تک قائم رہی۔ اس کا ذکر انھوں نے خود تو کہیں نہیں کیا لیکن ان کی مرتبہ کتاب ''باغ و بہار'' کے گرد پوش کے پیچھے ادارے کی طرف سے جو ان کا تعارف دیا ہوا ہے اس میں درج ہے کہ ''۱۹۴۸ء تک وہ فیلڈ ورکر کی حیثیت سے مقامی ٹریڈ یونین سے منسلک رہے''۔ اگر یہ بات درست ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ رشید حسن خاں نے اپنی زندگی کے آٹھ برس ٹریڈ یونین کو دیے۔ اس عرصے میں ان کی جو ذہنی تربیت ہوئی یا جو سرگرمیاں رہیں اور بعض اچھے بُرے تجربات کی بنیاد پر فکر ونظر کے جو زاویے مقرر ہوئے اب میں ذیل میں انھیں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ رشید حسن خاں تحقیق کی طرف اپنی رغبت کے ایک محرک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تحقیق کے نقش مختلف وقتوں میں ذہن پر مرتسم ہوتے رہے۔ سب سے پہلے مدرسے میں استادِ محترم کی اس بات سے کہ ہر سُنی ہوئی بات سچ نہیں ہوتی، تصدیق ضروری ہے''۔ [۱۲]

رشید حسن خاں علم و ادب سے اپنی ابتدائی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک یادگار خط میں لکھتے ہیں:

''ادبی ذوق شروع ہی سے دامن گیر تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی، کہ مجھ کو شروع سے ہی بہت اچھے اساتذہ کے زیرِ سایہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ فارسی ادب کے شاہ کاروں کو سبقن سبقن ۱۳ پڑھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لغت صرف ونحو، عروض اور قواعد ادب کو بھی پڑھا گیا۔ اندھے حافظ جی کی طرح لوحِ دل پر نقش کر لیا، اسی کے ساتھ ساتھ اُردو کے کلاسیکی سرمایے کا بل استیعاب مطالعہ کیا''۔۱۴

رشید حسن خاں کے مطالعے کا یہ سرمایہ مدرسے کی تعلیم اور اُس کے فوراً بعد کا حاصل کہا جا سکتا ہے۔ اسی دوران میں آرڈی نینس کلودنگ فیکٹری میں کام کرنے لگے لیکن کتاب کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ فیکٹری کی ملازمت کے دوران میں ٹریڈ یونین سے وابستہ ہوئے اور جوائنٹ سیکرٹری مقرر کیے گئے۔ ملازمت کے ساتھ گھر کی ذمہ داری اور ان سیاسی ہنگاموں کے باوجود ۱۹۴۴ء میں رسالہ ''نگار'' کے باقاعدہ قاری رہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''تقریباً ۱۹۴۴ء میں رسالہ ''نگار'' سے متعارف ہوا اور نیاز فتح پوری کی تحریروں نے بہت اثر ڈالا۔ (اس زمانے میں نوجوانوں کی بڑی تعداد کی ذہنی تربیت نیاز کی تحریروں سے ہوئی تھی) تشکیک، دلیل کا مطالبہ، شہادت کا تصور اور روایت کے سچے جھوٹے متعلقات کا ابتدائی سطح پر شعور نیاز کی تحریروں سے ہوا۔ یہ بہت دل چسپ بات ہے کہ جب باضابطہ تحقیق کے دائرے میں آیا تو معلوم ہوا کہ نیاز کے ذہن کو تحقیق سے بہت کم مناسبت تھی، اور شناسائی بھی دور کی تھی اور مصلحت پسندی سے وہ غافل نہیں ہوتے تھے۔ اس کے باوجود کہ وہ خود محقق نہیں تھے، ان کی تحریروں نے ذہنوں میں تحقیق سے موانست پیدا کی اور میں آج بھی علی الاعلان اس کی شہادت دیتا ہوں کہ اس زمانے میں نیاز کی تحریروں نے میرے ذہن میں بہت سے سوالیہ نشان پیدا کیے تھے جو بالآخر تحقیق کے عمل میں میرے کام آئے''۔۱۵

لیکن فیکٹری کے زمانۂ ملازمت میں ٹریڈ یونین سے وابستگی بھی ان کے بہت کام آئی اور اسی نے رشید حسن خاں کی صورت میں اُردو کو پہلا ترقی پسند محقق دیا۔ چونکہ رشید حسن خاں نے یونین کے لیڈروں اور ترقی پسند ادیبوں کے خلاف بہت لکھا اور اپنی تحریر وتقریر میں اکثر اس کا ذکر آنے پر اُن کی لے تیز اور تیکھی ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے ٹریڈ یونین سے وابستگی کے، ان کی زندگی پر اثرات کی طرف دھیان نہیں دیا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ٹریڈ یونین سے وابستگی بھی ان محرکات میں سے ایک ہے جس کے ذریعے سے تحقیق کی طرف ان کی رغبت اور حق گوئی پر قائم رہنے کا عزم پختہ ہوا۔ اب پہلے رشید حسن خاں کے یونین سے اختلافات اور اُس کے نتائج کو دیکھتے ہیں۔ یونین سے وابستگی کے زمانے میں رشید حسن خاں کو کیمونسٹ پارٹی کے بڑے بڑے لیڈوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو انھیں محسوس ہوا کہ یہ مزدوروں کے مسائل کے نام پر سیاست کر رہے ہیں ان کا یہ خیال درست تھا۔ وہ ذہنی طور پر اُن لیڈروں کی آئیڈیالوجی سے دور ہو گئے اور یہ محض بعض اشخاص کے رویے سے ہوا۔ ایسے اختلافات کو بیان کرتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''جس قدر حقیقت کھلتی گئی اسی قدر ورکروں میں اور لیڈروں میں خلیج بڑھتی گئی اور آخر کار مجھ جیسے ناآشنائے مکرِ سیاست بالکل الگ ہو گئے۔ ان دنوں ایسے تلخ تجربے ان رہنماؤں کے ہوئے تھے کہ آج تک ان کی یاد باقی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہ صورت حال رونما نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی آج ترقی پسندی کا

لیبل لگائے ہوئے ہوتا۔ ترقی پسند تحریک سے بچنے کی ایک وجہ یہ بھی پیدا ہوگئی کہ میں نے تنقیدی کتابیں پڑھنے سے پہلے وہ ادب پڑھا تھا اور اسی نے مجھے محفوظ رکھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ فارسی شاعری اور کلاسکی اُردو ادب کے مطالعے نے ذہن میں ذوق اور معیار کا ایک تصور ضرور پیدا کر دیا تھا، جس نے صحافت، نعرے بازی اور ادب میں فرق کرنا سکھایا تھا''۔ ۱۶؎

یہ بات درست ہے کہ رشید حسن خاں اپنے تلخ تجربات کی وجہ سے ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں ہوئے اور کیمونسٹوں سے بھی ذہنی طور پر دور اور الگ ہو گئے۔ نیز یہ کہ ترقی پسند مصنفین اور ادب کے خلاف بھی انھوں نے بہت سے مضامین لکھے۔ رشید حسن خاں ترقی پسند تحریک سے تو بچ نکلے لیکن ترقی پسندی اُن میں سے نہیں نکلی۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے ٹریڈ یونین کے جوائنٹ سیکرٹری کے عہدے سے استعفیٰ نہیں دیا، محض ذہنی طور پر اُن لیڈروں کے منافقانہ رویے کی وجہ سے الگ ہوئے۔ رشید حسن خاں کی ایک دوسری خودنوشت تحریر سے اس کی کچھ وضاحت ملتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہماری یونین کے سکریٹری کیمونسٹ پارٹی آف انڈیا کے ایک تربیت یافتہ شخص تھے، بہت محنتی ایمان دار اور پڑھے لکھے........ ٹریڈ یونین سے، مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے سے زیادہ پارٹی آئیڈیالوجی کو پھیلانے کا کام لیا جاتا تھا، اور ورکروں کی اسی لحاظ سے، شام کی بیٹھکوں میں ذہنی تربیت کی جاتی تھی۔ یونین میں تین چار لوگ ایسے تھے جو اس پالیسی سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ میں بھی انھی میں سے تھا..... اس سے ایک سطح پر کش مکش کا پیدا ہونا لازم تھا، اور وہ ہوا، آخر میں دو گروہ بن گئے تھے یونین میں اس سوال پر''۔ ۱۷؎

ظاہر ہے یونین سے علیحدگی سوچ اور نظر کے اختلاف کی وجہ سے تھی نہ اس کا یہ مطلب تھا کہ انتظامیہ کے ساتھ مل جائیں اور نہ یہ مطلب تھا کہ خاموش ہو کر گھر بیٹھ رہیں بلکہ اس یونین کے مقابلے میں ایک اور ایسی یونین بنانے کا عزم تھا جو صحیح معنوں میں مزدور کے مسائل کو احسن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرے، یونین کے دو گروہ بن جانے کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے اور پھر اس ٹریڈ یونین کے ''بہت محنتی، ایمان دار اور پڑھے لکھے'' سیکرٹری بھی اسی دوسرے گروہ میں تھے جس سے رشید حسن خاں وابستہ اور متفق تھے۔ غرض یہ کہ عدم منافقت کے رویے کے تربیت یافتہ رشید حسن خاں، پارٹی کی نام نہاد آئیڈیالوجی سے متفق نہ ہو سکے لیکن یونین کی حقیقی روح کے مطابق استحصال کے خلاف سینہ سپر رہنے پر قائم تھے، کیمونسٹوں سے ایسے اختلافات کے ساتھ جب وہ انھی کے پروردہ اُردو کے ادیبوں کو دیکھتے ہیں اور اُن کے ادب کو پڑھتے ہیں تو وہی قول وفعل میں تضاد انھیں وہاں بھی نظر آتا ہے جس سے انھیں اتفاق نہیں لہٰذا ترقی پسند ادب اور ادیب بھی اسی وجہ سے اُن کی سخت تنقید کا نشانہ بنتے ہیں۔

ترقی پسندی کو رشید حسن خاں جس قدر اپنی تحریر و تقریر کا موضوع بناتے ہیں۔ اس سے ترقی پسندی سے بیزاری یا نفرت مراد نہیں بلکہ ترقی پسندی کے اعلیٰ مقاصد کا پورا نہ ہونے کا غم وغصہ ہے۔ رشید حسن خاں ترقی پسند تحریک کے ممبر کبھی نہیں رہے ترقی پسندی محض تحریک کا ممبر ہونا نہیں بلکہ مفاہمت اور مصلحت سے بے نیاز ہو کر حق گوئی سے کام لیتے ہوئے استحصالی اور استعماری قوتوں کے خلاف آواز بلند کرنا اور اس پر قائم رہنا ہے۔ رشید حسن خاں نے نسلی اثرات اور خاندانی تربیت سے بھی یہی

کچھ سیکھا تھا سو یہ ایک قدرِ مشترک ہے ان کے ترقی پسند ہونے کی اور جب ترقی پسند ادیب ان کی اس توقع پر پورے نہیں اترتے تو وہ اُن کے خلاف بولتے اور لکھتے ہیں ۔ ان کی خاندانی تربیت نے اگر انھیں حق گوئی سکھائی تو ٹریڈ یونین سے وابستگی نے انھیں اپنے حق کے لیے لڑنا سکھایا ۔ یوں ان کی یونین سے وابستگی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کے اثرات سے انکار کیا جا سکتا ہے ۔

ٹریڈ یونین سے وابستگی نے نہ صرف رشید حسن خاں کی صاف گوئی اور عدم منافقت وعدم مصلحت کے رویے کو پختہ کیا بلکہ ان کی شخصیت پر کچھ اور اثرات بھی مرتب کیے جس سے صحیح معنوں میں وہ آزاد خیال اور لبرل بن سکے ورنہ مدرسے کا تربیت یافتہ اور گھر کے کٹر مذہبی ماحول کا پروردہ اس قدر لبرل نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ وہسکی کا شوق بھی رکھتا ہو اور کلین شیو بھی کرواتا ہو ۔ نیز یہ کہ کٹھ ملائیت کے خلاف بھی ساری زندگی علم بغاوت بلند رکھے ۔

رشید حسن خاں رندِ تباہ حال تو تھے رندِ بلانوش نہیں تھے اور قیاس یہی کہتا ہے کہ ان کا یہ شغل ٹریڈ یونین سے وابستگی کے زمانے سے رہا ہوگا ۔ اس میں باقاعدگی اور اہتمام اُس زمانے میں نہ رہا ہو لیکن اس کا آغاز یونین ہی کی دین ہے ۔

رشید حسن خاں کی ٹرید یونین سے وابستگی فیکٹری کے حدود تک محدود نہیں تھی ۔ مقامی لیڈروں کے گھروں میں بھی اس کے جلسے ہوتے تھے اور محفلوں میں بھی اس کا تذکرہ ضرور رہتا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ رشید حسن خاں جب اسلامیہ ہائر سیکنڈری اسکول میں ملازمت کے امیدوار تھے تو مولانا یوسف نے ان کے کیمونسٹ ہونے کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا چاہا ۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں :

> ''مولانا یوسف صاحب نے بعد نمازِ جمعہ منبر سے یہ اعلان کیا کہ یہ شخص چوں کہ کیمونسٹوں کے ساتھ ٹریڈ یونین میں کام کرتا رہا ہے اور کیمونزم کو مانتا ہے اس لیے یہ مسلمان نہیں ہوسکتا اور ایسے شخص کو اسلامیہ اسکول میں جگہ کیسے دی جا سکتی ہے'' ۔ ۱۸؎

کہنا یہ ہے کہ رشید حسن خاں اپنی ترقی پسندی کی وجہ سے ساری زندگی کلین شیو بھی رہے اور یہ آزادی اور آزاد خیالی بھی یونین سے وابستگی کے زمانے میں انھوں نے حاصل کر لی ہوگی ۔ یہ کوئی کلیہ تو نہیں کہ جو شراب پیتا ہو اور کلین شیو ہو وہ ضرور کیمونسٹ ہی ہوگا یا جس کی داڑھی نہ ہو اور وہ شراب نہ پیتا ہو، وہ کیمونسٹ نہیں ہوسکتا ۔ لیکن کیمونسٹ یا ترقی پسند چونکہ لبرل ہوتے تھے اور ایسی علامتیں اکثر ان کی خاص شناخت رہی ہیں ۔ اس کے ساتھ ایک اور عنصر بھی ہے یعنی کٹھ ملائیت کے خلاف ہونا ۔ اس بات پر بھی رشید حسن خاں پوری زندگی قائم رہے ۔ کیمونسٹوں کی طرح عرف عام میں وہ دہریے تو نہیں تھے ۔ حنفی عقیدے کے سچے مسلمان تھے اور خدا کی قدرت پر کامل یقین رکھتے تھے ۔ خود پابند صوم وصلوۃ نہیں تھے لیکن اسلامی شعار کی پابندی کا درس اپنے بچوں کو ضرور دیتے تھے لیکن محض برائے بیت یا یہ کہ ترقی پسندوں کی طرح فیشن کے طور پر یا کٹھ ملائیت پر طنز کے طور پر اپنے خطوں میں جب ایسے جملے لکھتے ہیں کہ ''اللہ ہم سب پر مہربانی کرے'' یا ''خدا خیر عافیت سے رکھے'' تو اکثر لفظ ''اللہ'' اور ''خدا'' کے بعد قوسین میں ایسے جملے ضرور لکھتے ہیں'' خدا ( اگر وہ کہیں ہے ) '' ۔ اس کے علاوہ کٹھ ملائیت اور مذہبی کٹرپن کے بارے میں بھی بہت آزادی سے لکھتے ہے ۔ بلکہ اُن کے اسلوبِ بیان سے اکثر مرزا غالب یاد آ جاتے ہیں ۔ غرض یہ سارے شواہد انھیں ترقی پسند ثابت کرتے ہیں اور اس آزاد خیالی اور ترقی پسندی کی کارفرمائی اُن کی ساری زندگی میں نظر آتی

ہے۔ تسلیم غوری بدایونی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''خاں صاحب کے مزاج میں کیمنزم کا اثر تھا چوں کہ ابتدائی زندگی میں جب وہ شاہ جہاں پور کی آرڈنینس فیکٹری میں ملازم تھے اس وقت وہ ٹریڈ یونین سے بھی وابستہ رہ چکے تھے جس نے ان کے ذہن کو اشتراکی بنا دیا تھا اور وہ کیمنزم میں یقین رکھنے لگے تھے یہی وجہ ہے کہ جب بھی میں ان کی کسی بات پر انشاء اللہ کہتا تو وہ ٹوک دیتے کہ اللہ میاں کو بیچ میں کہاں سے لے آئے، اس کے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ وہ آپ کے کاموں یا آپ کو دیکھے، اسے اور کام بھی ہیں۔ لفظ 'انشاء اللہ' کہنے پر انھوں نے مجھے کئی مرتبہ ٹوکا''۔ ۱۹

مذہب کی تعلیم تو اُن کی گھٹی میں تھی اور ابتدائی عمر کے چند برس تو انھوں نے ضرور باقاعدہ اس علم کو حاصل کیا اور اس پر عامل بھی رہے ہوں گے۔ اس کے بعد ٹریڈ یونین کی تربیت کے زیرِ اثر اُن کی زیادہ توجہ مذہب کے نام پر کی جانے والی خرابیوں کی طرف ہوگئی جس وجہ سے کٹھ ملائیت اور کٹر پن سے وہ ہمیشہ دور رہے اور اکثر اس سوچ کی نفی بھی کرتے رہے۔ رشید حسن خاں رئیس احمد نعمانی کو ۱۲۔ جنوری ۱۹۸۹ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''خدا آپ کو مولویوں کے شر سے بچائے، اگرچہ اللہ میاں بھی آج تک کسی کو ان کے پنجۂ ستم سے بچا نہیں پائے ہیں۔ بہت بُری قوم ہے یہ''۔ ۲۰

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کو ۲۵۔ اپریل ۱۹۸۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''کٹھ ملائیت نے الگ اپنا جال بچھا رکھا ہے اور ذہنوں کو مفلوج اور ناکارہ بنا رکھا ہے''۔ ۲۱

رشید حسن خاں کے ان جملوں سے کٹھ ملائیت اور مذہبی کٹر پن سے ان کی بیزاری اور نفور کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آل انڈیا ریڈیو کے لیے رفعت سروش نے رشید حسن خاں کا انٹرویو کیا جس سے انھیں پہلی بار معلوم ہوا کہ رشید حسن خاں فیکٹری کی ملازمت کے زمانے میں ٹریڈ یونین سے وابستہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''وہ دہلی آنے سے قبل ایک فیکٹری میں ملازم تھے۔ بائیں بازو کی سیاست سے متعلق تھے اور فیکٹری کی ٹریڈ یونین کے لیڈر تھے۔ یہاں سے مجھے معلوم ہوا کہ آخر وہ اتنے Bold کیوں ہیں۔ ٹریڈ یونینسٹ تھے''۔ ۲۲

غرض یہ کہ ٹریڈ یونین سے وابستگی کی وجہ سے ترقی پسندی کے، اِن کی شخصیت پر اثرات تھے اور وہ ترقی پسند نظریات کے حامل تھے۔ اُن کا موضوع چونکہ تحقیق تھا اور اس موضوع پر لکھتے ہوئے انھوں نے ہمیشہ ترقی پسند انداز اپنایا۔ اس وجہ سے انھیں اُردو کا پہلا ترقی پسند محقق کہا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ احتیاط انھوں نے ضرور برتی کہ ترقی پسندوں کی طرح نہ اُن کے قول و فعل میں تضاد آ سکے اور نہ ان کی تحریریں نعرہ بازی بن سکیں۔ اپنی تحقیق و تصنیف میں انھوں نے ہمیشہ سنجیدگی، متانت اور علمیت کو پیشِ نظر رکھا۔ دوسرا یہ کہ فارسی شاعری کے گہرے مطالعے اور کلاسیکی اردو ادب کے مطالعے کے پیشِ نظر اور زیرِ اثر، ترقی پسندوں کے جدت کے پھیر میں آ کر اس روایت کو بھلانے اور صحت زبان کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے رشید حسن خاں اُن کے خلاف لکھتے ہیں اور نام نہاد ترقی پسندوں کے ایسے رویوں ہی کی وجہ سے وہ خود پر ترقی پسندی کا لیبل چسپاں نہیں ہونے دیتے۔ اس لحاظ سے

دیکھا جائے تو ان کی علمی شخصیت کی تعمیر میں نسلی اثرات، خاندانی تربیت اور اساتذہ کے فیض کے ساتھ ٹریڈ یونین اور ترقی پسندی کے اثرات بھی واضح ہیں اور ان کی کارفرمائی بھی نظر آتی ہے۔

## حواشی وحوالہ جات:

۱۔ یہاں کمپوزنگ کی غلطی سے ''۱۹۲۹ء'' لکھا رہ گیا ہے۔ یہ اصل میں ''۱۹۳۹ء'' ہی ہوگا۔

۲۔ رشید حسن خاں، ''رشید حسن خاں کا ایک یادگار خط..... ''، مشمولہ؛ سہ ماہی، روشنائی، جلد ۷، شمارہ ۲۶، کراچی: جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۱۵۶۔۱۵۷

۳۔ رشید حسن خاں، '' کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ اظہار، شمارہ: ۵، بمبئی، ۱۹۸۴ء، ص: ۲۱

۴۔ رشید حسن خاں، '' کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ بازیافت، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۸

۵۔ ڈاکٹر تابش مہدی کا بیان درست نہیں کہ '' عمر کے دسویں برس میں داخل ہوتے ہی اُنھوں ۱۹۳۹ء کے اوخر میں شاہ جہاں پور کی آرڈیننس کلودنگ فیکٹری میں مزدور کے طور پر ملازمت کر لی''۔ (ماہنامہ نیا دور (ایک شمارہ رشید حسن خاں کے نام)، جلد: ۶۲، نمبر: ۹، لکھنؤ:، دسمبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۲) ان کی غلط فہمی کا سبب رشید حسن خاں کی تاریخ ولادت ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو درست سمجھ لینا ہے۔

۶۔ شبیر عباسی، '' حیات اور شخصیت چند پہلو''، مشمولہ؛ ماہنامہ نیا دور (ایک شمارہ رشید حسن خاں کے نام)، جلد: ۶۲، نمبر: ۹، لکھنؤ:، دسمبر ۲۰۰۷ء، ص: ۴۵

۷۔ اطہر فاروقی، ''رشید حسن خاں: سوانحی خاکہ''، مشمولہ کتاب نما (خصوصی شمارہ: رشید حسن خاں حیات اور ادبی خدمات)، مرتبہ؛ اطہر فاروقی، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پہلی بار، جولائی ۲۰۰۲ء، ص: ۱۰۔۱۱

۸۔ شبیر عباسی، '' حیات اور شخصیت چند پہلو''، مشمولہ؛ نیا دور (ایک شمارہ رشید حسن خاں کے لیے)، ص: ۴۵

۹۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، ''ممتاز محقق اور متنی نقاد: رشید حسن خاں''، مشمولہ؛ ہفت روزہ، ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر)، شمارہ نمبر: ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، جلد نمبر: ۶۵، نئی دہلی: یکم تا ۲۸ ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۴

۱۰۔ رشید حسن خاں، '' کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ بازیافت، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۹

۱۱۔ عابد حسین، کلیم بریلوی، بحوالہ؛ ڈاکٹر شمس بدایونی، '' رشید حسن خاں کی یاد میں''، مشمولہ؛ ہفت روزہ ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر) ص: ۳۱

۱۲۔ رشید حسن خاں، '' کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ بازیافت، شمارہ ۱، لاہور: شعبۂ اُردو پنجاب یونیورسٹی، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۶۰۔۱۶۱

۱۳۔ ابتدا میں رشید حسن خاں املا میں بعض انقلابی تبدیلیوں کے قائل تھے۔ ان الفاظ کا املا اس خط میں اُن کے اسی زمانے کی روش کے مطابق رکھا گیا ہے۔

۱۴۔ رشید حسن خاں، ''رشید حسن خاں کا ایک یادگار خط..... ''، مشمولہ؛ سہ ماہی، روشنائی، جلد ۷، شمارہ ۲۶، کراچی: جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۱۵۷۔۱۵۸

۱۵۔ رشید حسن خاں، ''کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ بازیافت، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۶۲

۱۶۔ رشید حسن خاں، ''کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ اظہار، ۱۹۸۴ء، ص: ۲۱

۱۷۔ رشید حسن خاں، ''کچھ اپنے بارے میں''، مشمولہ؛ بازیافت، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۶۰

۱۸۔ رشید حسن خاں، ''رشید حسن خاں کا ایک یادگار خط..... ''، مشمولہ؛ سہ ماہی روشنائی، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۱۵۷

۱۹۔ تسلیم غوری بدایونی، ''رشید حسن خاں: کچھ یادیں کچھ باتیں''، مشمولہ؛ ہماری زبان (رشید حسن خاں نمبر)، ص: ۱۴

۲۰۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو، ۲۰۱۲ء، ص: ۴۶۳

۲۱۔ رشید حسن خاں، رشید حسن خاں کے خطوط، مرتبہ؛ ڈاکٹر ٹی۔آر۔رینا، ص: ۹۲۷

۲۲۔ رفعت سروش، ''رشید حسن خاں''، مشمولہ؛ سہ ماہی روشنائی، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۱۴۹